Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies solved assignments no 1 Autumn 2025 Code 1911 Al-Dawah wal Irshad

سوال نمبر *1:* ایک داعی کے لیے تقویٰ اور سچائی کی ضرورت اور ان کے اثرات *(تفصیلی بیان)*

مفہومِ تقویٰ اور سچائی

تقویٰ: شرعی لحاظ سے تقویٰ کا مطلب ہے اللہ کے احکام سے ڈرنا، گناہوں سے بچنا، اور لامحالہ ہر عمل میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھنا۔ یہ نہ صرف بیرونی عبادات بلکہ دل کی خلوص، نیت کی پاکیزگی اور خوفِ خدا کا مجموعہ ہے۔

سچائی: سچائی سے مراد قول و فعل میں صداقت، حقیقت پر مبنی تبلیغ، غلو

سے اجتناب، حقائق کو چھپائے بغیر بیان کرنا اور خواہشات یا مفاد کے لیے حقیقت کو مسخ نہ کرنا ہے۔

---

1. داعی کا مقام اور ذمہ داری

داعی (تبلیغ کرنے والا) کا بنیادی کام ہدایت پہنچانا، لوگوں کو حق کی طرف بلانا اور دین کی درست تعبیر بیان کرنا ہے۔ اس منصب کی اور ذمہ داری کی نوعیت کے پیش نظر تقویٰ اور سچائی لازمی ستون ہیں کیونکہ:

- داعی لوگوں کے سامنے نمونہ عمل بنتا ہے؛ اس کی ذات لوگوں کے ایمان و عملی رویے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

- تبلیغ کے ذریعے دین کا چہرہ معاشرے تک پہنچتا ہے؛ اگر داعی کا کردار خراب ہو تو دین کا پیغام مسخ ہو سکتا ہے۔

2۔ تقویٰ کی ضرورت (تفصیل اور اسباب)

الف) اخلاقی و روحانی سالمیت

تقویٰ دل کو نرم، عاجزی اور خوفِ الٰہی سے معمور کرتا ہے۔ ایک داعی جو تقویٰ رکھتا ہے وہ غرور، ریا، اور منافقت سے بچتا ہے، جو تبلیغ کی مجبوریوں میں سب سے بڑا نقصان ہیں۔ تقویٰ کی بدولت داعی:

- عوام میں عاجزی سے پیش آتا ہے۔
- اپنی نیت خالص رکھتا ہے (فقط رضأ الٰہی کیلئے تبلیغ)۔
- غلطیوں پر فوراً توبہ کرتا اور اصلاحی قدم اٹھاتا۔

ب) علمی امانت داری

تقویٰ داعی کو سچا محقق اور محتاط بناتا ہے؛ وہ بغیر تصدیق کے روایت، قول یا مطلب نہ پھیلاتا۔ اس کا نتیجہ علمی امانت داری ہے جو غلط فہمیوں اور بدفہمیوں سے بچاتی ہے۔

ج) استقامتِ دعوت

تقویٰ کے ذریعے دل مضبوط ہوتا ہے اور داعی مشکلات، طعن و تشنیع، یا غیروں کی مخالفت میں ثابت رہتا ہے۔ پرہیزگاری صبر، شکر اور امید الٰہی دیتی ہے جو تبلیغی میدان میں دیرپا رہنے کی صلاحیت بناتی ہے۔

د) سوشل ٹرسٹ اور وقار

تقویٰ رکھنے والا داعی معاشرے میں اعتبار اور وقار پاتا ہے۔ لوگ ایسے فرد کی بات سننے میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں جو عمل و قول میں یکسوئی دکھائے۔ یہ اعتماد تبلیغی اثر کو بڑھاتا ہے۔

---

3. سچائی کی ضرورت (تفصیل اور اسباب)

الف) حق کا درست پیشِ نظر

سچائی کے بغیر دین کا پیغام مڑ جاتا ہے۔ داعی کو حقائق کو وہی انداز میں پہنچانا ہوتا ہے جیسا اللہ اور رسول ﷺ نے بیان کیا۔ سچ بولنے سے لوگوں کو دین کی اصل روح معلوم ہوتی ہے اور قیاس آرائی یا ذاتی خیالات کے باعث غلط راہ اختیار ہونے سے بچا جاتا ہے۔

ب) اخلاقی مثالیت

جب داعی سچائی اختیار کرتا ہے تو وہ عملی نمونہ بن جاتا ہے۔ لوگ اس کی زندگی کے ذریعے دین کی صداقت محسوس کرتے ہیں۔ جھوٹ اور مبالغہ آرائی ایمان کو متاثر کرتی ہے، لوگوں کا دل کھوٹا ہو جاتا ہے اور دعوئ دعوت کا وقار سلب ہوتا ہے۔

ج) تشویشِ فتنہ سے بچاؤ

زمانے میں بہت سی مغالطے، فرقہ وارانہ باتیں اور اشتعال انگیز روایات گردش کرتی ہیں۔ سچائی کی پابندی سے داعی ایسے فتنوں میں نہیں گھنسے گا اور لوگوں کو گمراہ کن منابع سے بچائے گا۔

د) ثبوت اور دلیل کا تقاضا

دعوتِ اسلام دلیل و برہان پر مبنی ہے۔ سچ بولنے والا داعی نصوص، تاریخ، اور حکمت کے ساتھ دلیل پیش کرتا ہے۔ اس سے مخاطب کے دل میں شک کم ہوتا اور ایمان مستحکم بنتا ہے۔

---

4. تقویٰ اور سچائی کے باہمی تعلقات

تقویٰ اور سچائی آپس میں مربوط ہیں: تقویٰ دل کو پاک رکھتا ہے، اور جب دل پاک ہو تو حقیقت کو چھپانے، مبالغہ کرنے یا خود غرضی کی وجہ سے جھوٹ بولنے کا زائیدہ کم ہو جاتا ہے۔ سچ بولنا تقویٰ کی علامت ہے اور سچے دل کی عکاسی کرتا ہے۔ دونوں مل کر داعی کو مؤثر، معتبر اور ثابت قدم بناتے ہیں۔

---

5. تقویٰ و سچائی کے عملی اثرات (معاشرتی، تبلیغی، نفسیاتی)

الف) تبلیغی اثرات

- **اثرِ قبولیت:** سچے اور پرہیزگار داعی کی بات جلد دلوں تک پہنچتی ہے اور عمل کی ترغیب دیتی ہے۔

- **پائیدار نتیجہ:** لوگوں کی تبدیلی عارضی نہیں بلکہ مستقل ہوتی ہے کیونکہ دلوں نے حقیقت کو قبول کیا ہوتا ہے۔

- **خلافیت کا خاتمہ:** منافقین اور شارحین کے سامنے سچائی سب سے بڑی قوت ہے جو مغالطے خود بخود بے اثر کر دیتی ہے۔

ب) سماجی اثرات

- **اعتمادِ اجتماعی:** تقویٰ و صداقت سے معاشرے میں امانت، عدل اور بھائی چارہ فروغ پاتا ہے۔

- **قابلِ تقلید کردار:** نئی نسل داعی کے اعمال کو دیکھ کر اس کی پیروی کرتی ہے، نتیجتاً معاشرہ اصلاح پذیر بنتا ہے۔

- **تنازعات میں حل:** سچ پر مبنی دلائل اور تقویٰ سے مباحثہ شائستہ رہے گا اور فساد کم ہوگا۔

ج) ذاتی و نفسیاتی اثرات

- **دل کا سکون:** سچائی اور تقویٰ رکھنے والا شخص اندرونی اطمینان پاتا ہے؛ جھوٹ، ڈھونگ اور چالاکیوں کا بار اس کے ضمیر کو بے چین نہیں کرتا۔

- **روایتی تحفظ:** تقویٰ انسان کو گمراہی سے بچاتا ہے اور آہستہ آہستہ قلب میں بصیرت پیدا کرتی ہے۔

- **معنوی بلندی:** اللہ کے قریبیت کا احساس، دعا کی قبولیت اور روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔

---

6. تقویٰ و سچائی کے آثارِ دور رس (مثالی نتائج)

1. **دعوت کا حقیقی انقلاب:** جب داعی تقویٰ و سچائی پہ کاربند ہوں تو دعوت سطحی جمعیت کی بجائے شخصیت سازی کرتی ہے — اچھے

خاندان، صالح معاشرہ اور صحت مند ادارے بنتے ہیں۔

2. **علمی اور فقہی درستگی:** سچائی کی پابندی علم کو پروان چڑھاتی ہے؛ حدیث و قرآن کی سلیم تشریح معاشرتی غلط فہمیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔

3. **پائیدار قیادت کی تعمیر:** ایسے داعی اگر سیاسی، تعلیمی یا سماجی قیادت میں آئیں تو معاشرہ عدل، شفافیت اور بھروسے کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

4. **دینی وقار کی بحالی:** اسلام کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے روشن ہوتا ہے اور جھوٹے پروپیگنڈے بے اثر رہتے ہیں۔

---

7. خطرات اگر تقویٰ و سچائی نہ ہوں

- **دعوت کا نقصان:** جھوٹ، مبالغہ، یا مصلحت پسندی دعوت کو ضائع کر دیتی ہے؛ لوگ دین سے متنفر ہو سکتے ہیں۔

- **شخصی زوال:** داعی کا عقلی اور اخلاقی عذر ٹوٹ جاتا ہے، اس کی زندگی تضادات کا شکار بن جاتی ہے۔

- **معاشرتی بگاڑ:** کٹھن صورتحال میں فرقہ واریت، انتشار اور بے اعتمادی جنم لیتا ہے۔

- **علمی تغیر:** حقائق کا مسخ علمی کمزوری پیدا کرتا ہے اور آئندہ نسلیں غلط سچائیاں اپنالیتی ہیں۔

---

8. عملی اصول اور رہنما خطوط (ایک داعی کے لیے عملی مشورے)

1. **نیت کا استقامت:** ہر عمل کی نیت پہلے اللہ کے لیے واضح کریں — تبلیغ کو تجارتی یا شہرتی مقصد نہ بنائیں۔

2. **علم کی درستگی:** *информации* کی تحقیق کریں، مصادرِ شرعیہ کی طرف رجوع کریں، اور شک کی صورت میں محتاط رہیں۔

3. **اخلاقی زندگی:** روزمرہ میں دین کے احکام پر عمل کریں — نماز، روزہ، امانت داری، اور حسنِ سلوک۔

4. **واضح بیانیہ:** حقائق کو سادہ اور شفاف انداز میں بیان کریں؛ لغوانہ بیانی یا تہمت سے باز رہیں۔

5. **تنقیدِ منصفانہ قبول کریں:** اگر غلطی ہو تو قبول کریں، توبہ کریں اور اصلاح کریں؛ یہ تقویٰ کی علامت ہے۔

6. **لوگوں کے ساتھ ہمدردی:** مخاطب کی حالت سمجھیں، نرم لہجے اور حکمت کے ساتھ بات کریں۔

7. **عملی نمونہ فراہم کریں:** جو بات سکھائیں اسے اپنی زندگی میں ظاہر کریں؛ عملی مثال سب سے بڑی تبلیغ ہے۔

---

9. قرآنی اور نبوی ہدایات بطور تکمیل

اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ نے صداقت اور پرہیزگاری کو بارہا تاکید کے ساتھ فرمایا:

- قرآن میں بارہا سچ بولنے اور امانت کی تاکید ہے۔

- حضور ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی خاصیت سچائی ہے اور وہ اپنے قول و فعل میں سچا ہوتا ہے۔

یہ ہدایات داعی کے لیے لازمی فریم ورک فراہم کرتی ہیں۔

نتیجہ (خلاصہ کلمات)

ایک داعی کے لیے تقویٰ اور سچائی ناگزیر بنیادیں ہیں۔ تقویٰ دل کو پاکیزہ، ثابت قدم اور اللہ کے قریب رکھتا ہے جبکہ سچائی حق کی حفاظت، دعوت کی تاثیر اور اجتماعی اعتماد کی ضامن ہے۔ جب یہ دونوں مل جائیں تو دعوت نہ صرف کامیاب ہوتی ہے بلکہ وہ معاشرتی اور روحانی تبدیلیاں لاتی ہے جو نسلوں تک قائم رہتی ہیں۔ اس لیے ہر داعی کی اولین ترجیح اپنی نیت کی پاکیزگی، علمی امانت داری اور اخلاقی سچائی ہونی چاہیے تاکہ دینِ حق کا خالص و صحیح پیغام دنیا تک پہنچے۔

سوال نمبر 2: حدیثِ پاک میں مجادلۂ احسن کے حوالے سے دی گئی تعلیمات (تفصیلی بیان)

مفہومِ مجادلۂ احسن:

"مجادلہ" کے معنی ہیں کسی بات پر دلیل کے ساتھ گفتگو یا مناظرہ کرنا، جبکہ "احسن" کا مطلب ہے بہتر، عمدہ اور نرم طریقہ۔ اس طرح "مجادلۂ احسن" سے مراد ہے اختلافِ رائے کے باوجود حسنِ اخلاق، شائستگی، دلیل اور عدل کے ساتھ گفتگو کرنا تاکہ حق واضح ہو اور باطل ختم ہو، مگر کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

اسلام میں مجادلہ کا مقصد اپنی برتری ثابت کرنا نہیں بلکہ **حق بات کو ظاہر کرنا اور دوسرے کو قائل کرنا** ہے۔ اس ضمن میں قرآن و حدیث دونوں نے واضح رہنمائی فراہم کی ہے۔

---

1. قرآنِ کریم کی بنیادی ہدایت

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"

(النحل: 125)

ترجمہ: "اور ان سے بحث کرو ایسے طریقے سے جو سب سے اچھا ہو۔"

یہی اصول رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں بھی اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ حکمت، صبر، نرمی اور دلیل کے ساتھ بات کی۔ کسی کو حقیر نہیں سمجھا، بلکہ ہر شخص کی عزتِ نفس کا خیال رکھا۔

---

2. حدیثِ پاک کی روشنی میں مجادلۂ احسن کی تعلیمات

الف) نرمی اور حسنِ اخلاق سے گفتگو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جائے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔"

(صحیح مسلم)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ داعی، عالم یا مناظر کو ہمیشہ نرمی اور شائستگی سے گفتگو کرنی چاہیے۔ مجادلہ اگر غصے، طنز یا تلخی میں بدل جائے تو اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

ب) تکبر اور ضد سے اجتناب

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے باطل پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دیا، اس کے لیے جنت کے کنارے میں ایک گھر بنایا جائے گا۔ اور جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا، اس کے لیے جنت کے درمیان میں گھر بنایا جائے گا۔"

(سنن ابوداؤد)

یہ حدیث سکھاتی ہے کہ مجادلہ احسن کا مقصد اپنی برتری دکھانا نہیں بلکہ خیرخواہی ہے۔ اگر مخالف ضد پر اَڑ جائے تو بہتر ہے کہ داعی صبر کرے اور گفتگو ختم کر دے، کیونکہ ضدی گفتگو فساد پیدا کرتی ہے۔

ج) دلیل و حکمت کے ساتھ بات کرنا

نبی ﷺ نے ہمیشہ عقلی، علمی اور اخلاقی دلائل دیے۔ مثلاً جب مشرکین مکہ نے پوچھا: "کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ اللہ کون ہے؟" تو آپ ﷺ نے سورۃ الاخلاص پڑھ کر جواب دیا — **"قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ"** — یعنی گفتگو دلیل سے کی، نہ کہ طنز یا غصے سے۔

اسی طرح حدیث میں آیا ہے:

"اگر کوئی تم سے جھگڑا کرے تو کہو: اللہ بہتر جانتا ہے، ہم اپنے رب پر ایمان لائے۔"

(مسند احمد)

اس سے واضح ہے کہ مجادلہ کا اختتام بھی نرمی اور اللہ پر اعتماد کے ساتھ ہونا چاہیے۔

د) حسنِ نیت اور اخلاص

مجادلہ کی نیت صرف اللہ کی رضا اور حق کا ظہور ہونا چاہیے، نہ کہ اپنی فتح یا دوسروں کی ہزیمت۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔"

(بخاری و مسلم)

اگر مجادلہ شہرت، انا یا ذاتی غصے کے لیے ہو تو وہ احسن نہیں رہتا بلکہ فساد بن جاتا ہے۔

ہ) دوسروں کی عزتِ نفس کا احترام

رسول ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔"

(بخاری)

یہ اصول مجادلہ کے دوران بھی لاگو ہوتا ہے۔ بحث کرتے وقت دوسرے کے عقیدے یا شخصیت کو برا کہنا ممنوع ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے کفار سے بھی

گفتگو میں شائستگی برتی، جیسا کہ طائف کے واقعے میں جب آپ ﷺ پر ظلم کیا گیا تو بددعا دینے کے بجائے فرمایا:

"اے اللہ! ان کو ہدایت دے، یہ نہیں جانتے۔"

---

3. مجادلۂ احسن کی نبوی مثالیں

مثال 1: حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا مناظرہ

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا نمرود سے مکالمہ نقل کیا ہے۔ جب نمرود نے کہا "میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں"، تو حضرت ابراہیمؑ نے نہ جھگڑا کیا نہ غصہ، بلکہ فرمایا:

"اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا۔"

(البقرہ: 258)

یہ مناظرہ نہایت سادہ، پر اثر اور دلیل پر مبنی تھا۔ یہی "مجادلۂ احسن" کا عملی نمونہ ہے۔

مثال 2: نبی ﷺ کا یہودی علماء سے مناظرہ

جب مدینہ کے یہودی علماء نے حضور ﷺ سے تورات کے حوالے سے سوالات کیے تو آپ ﷺ نے ان کے سوالات کا علمی اور صبر و حکمت سے جواب دیا۔ کبھی تمسخر یا طنز نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا:

"اگر تم سچ کہتے ہو تو اپنی کتاب میں دیکھ لو۔"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں گفتگو دلیل اور احترام کے ساتھ کی جاتی ہے۔

مثال 3: نجران کے عیسائیوں سے گفتگو

جب نجران کے عیسائی نبی ﷺ سے ملاقات کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں جگہ دی، ان کے سوالات کو تحمل سے سنا اور قرآن کی روشنی میں وضاحت دی۔ آپ ﷺ نے ان پر کبھی تنقید یا گالی نہیں دی۔ یہ "مجادلۂ احسن" کی سب سے روشن مثال ہے۔

4۔ مجادلۂ احسن کے آداب (اسلامی اصول)

1. **خلوصِ نیت:** نیت صرف اللہ کی رضا ہو، نہ خود نمائی۔

2. **حکمت و دانش:** ہر بات دلیل اور علم سے کہی جائے۔

3. **نرمی اور صبر:** لہجہ نرم، شائستہ اور صبر سے پر ہو۔

4. **مخالف کی بات غور سے سننا:** مخاطب کو بولنے کا پورا موقع دینا چاہیے۔

5. **غلط بات کی اصلاح نرم انداز میں:** مخاطب کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

6. **ذاتی حملے سے اجتناب:** دلیل پر بات کی جائے، شخصیت پر نہیں۔

7. **اختتام دعا پر:** گفتگو کے اختتام پر ہدایت کی دعا دینا چاہیے، نہ کہ غصہ یا مایوسی۔

5۔ مجادلۂ احسن کے اثرات و فوائد

الف) معاشرتی ہم آہنگی

احسن اندازِ گفتگو سے فرقہ واریت اور مذہبی شدت پسندی کم ہوتی ہے۔ مختلف عقائد والے بھی عزت و احترام کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

ب) دعوتِ دین میں آسانی

نرمی سے گفتگو کرنے والا داعی لوگوں کے دل جیت لیتا ہے۔ سخت کلامی دعوت کو نقصان پہنچاتی ہے، جبکہ مجادلۂ احسن ہدایت کے دروازے کھولتا ہے۔

ج) علمی ترقی

علمی اور اخلاقی مناظروں سے حقائق واضح ہوتے ہیں، جہالت ختم ہوتی ہے اور علمی مکالمہ فروغ پاتا ہے۔

د) اخلاقی تربیت

ایسے مناظرے انسان میں ضبط، صبر اور رواداری پیدا کرتے ہیں۔ انسان اپنی زبان اور جذبات پر قابو پانا سیکھتا ہے۔

---

6. موجودہ دور میں مجادلۂ احسن کی ضرورت

آج کے دور میں مذہبی، سیاسی اور سماجی اختلافات عام ہیں۔ لوگ سوشل میڈیا اور عوامی مباحثوں میں اکثر ایک دوسرے کی تحقیر کرتے ہیں، حالانکہ اسلام کہتا ہے کہ:

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ"

(الانعام: 108)

ترجمہ: "اور ان (کافروں) کے معبودوں کو برا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔"

یعنی اسلام نے ہمیں یہ سکھایا کہ اختلاف کے باوجود زبان کو پاک رکھو۔ اگر مجادلہ "احسن" نہ رہے تو یہ "فتنہ" بن جاتا ہے۔

---

7. جدید تناظر میں مثالیں

- **بین المذاہب مکالمے:** مختلف مذاہب کے درمیان مشترکہ اقدار جیسے امن، محبت اور انصاف پر بات کرنا مجادلۂ احسن کی بہترین مثال ہے۔

- **سوشل میڈیا مباحث:** مسلمان اسکالرز کو چاہیے کہ دلیل، اخلاق اور صبر کے ساتھ بات کریں، اشتعال انگیزی سے بچیں۔

- **تعلیمی اداروں میں مکالمہ:** طلبہ کو سکھایا جائے کہ اختلافِ رائے علمی انداز میں کریں، ذاتیات پر نہیں جائیں۔

---

8. خلاصہ (تعلیمات کا نچوڑ)

احادیثِ مبارکہ اور سیرتِ نبوی ﷺ سے ہمیں مجادلۂ احسن کی مندرجہ ذیل تعلیمات حاصل ہوتی ہیں:

1. بحث کا مقصد حق کا اظہار ہو، فتح نہیں۔

2. نرمی اور حلم ہر گفتگو کی بنیاد ہے۔

3. دلیل و علم کے ساتھ بات ہو، جذبات کے ساتھ نہیں۔

4. مخالف کی عزت اور رائے کا احترام ضروری ہے۔

5. غصہ، ضد اور بدکلامی سے اجتناب کیا جائے۔

6. اختلاف کے باوجود ہدایت اور خیرخواہی کی دعا کی جائے۔

نتیجہ:

اسلامی تعلیمات کے مطابق "مجادلۂ احسن" دعوت و تبلیغ، علم و اخلاق اور معاشرتی اصلاح کا اہم ذریعہ ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے نہ صرف اس کی تعلیم دی بلکہ عملی زندگی میں اس کو نافذ کیا۔ اگر آج مسلمان ان اصولوں کو

اپنالیں — یعنی سچائی، نرمی، دلیل اور احترام — تو نہ صرف امت کے اندر اتحاد قائم ہوگا بلکہ اسلام کا پیغام دنیا میں عزت و وقار کے ساتھ پہنچے گا۔

سوال نمبر 3: انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو فساد اور سرکشی سے باز رکھنے کے لیے کن طریقوں سے سمجھایا؟ قرآن مجید سے دلائل کے ساتھ وضاحت کریں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے جنہیں انسانیت کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا۔ ان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کو توحید، عدل، اخلاق، عبادت اور نیکی کی طرف بلائیں اور انہیں گمراہی، شرک، فساد، ظلم اور سرکشی سے بچائیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر انبیاء کی دعوتی حکمتِ عملیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صبر، حکمت، نرمی، استدلال، اور عملی نمونہ کے ذریعے اپنی قوموں کو اصلاح کی طرف بلایا۔ ذیل میں تفصیل سے انبیاء کرام کے اندازِ دعوت، ان کے طریقہ کار اور قرآن کی روشنی میں دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔

---

1. انبیاء کرام کی دعوت کا مقصد

انبیاء کرام کا سب سے پہلا مقصد لوگوں کو اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کی طرف بلانا تھا اور انہیں شرک اور کفر سے بچانا۔ وہ اپنی قوموں سے فرماتے تھے:

"یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ إِلٰہٍ غَیْرُہُ"

(الاعراف: 59)

یعنی "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

یہ پیغام حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ اور دوسرے انبیاء نے اپنی اپنی قوموں کو دیا۔

---

2. انبیاء کرام کا اندازِ دعوت: نرمی اور حکمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو سختی کے بجائے نرمی، محبت، اور حکمت سے دعوت دینے کا حکم دیا۔

قرآن میں حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے فرمایا گیا:

"فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ"

(طٰہٰ: 44)

یعنی "اس سے نرم بات کہنا، شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام نے اپنی قوموں کے متکبر اور ظالم سرداروں کو بھی نرمی سے سمجھایا تاکہ دلائل سے ان پر حق واضح ہو جائے۔

---

3. انبیاء کرام کا صبر و استقامت سے کام لینا

انبیاء علیہم السلام نے دعوت کے میدان میں بے پناہ مشکلات، اذیتیں اور انکار کا سامنا کیا لیکن انہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ"

(الاحقاف: 35)

یعنی "آپ بھی اسی طرح صبر کریں جیسے اولوالعزم رسولوں نے

صبر کیا۔"

حضرت نوحؑ نے *950* سال تک اپنی قوم کو بلایا، مگر وہ انکار کرتے رہے۔ پھر بھی انہوں نے اپنی دعوت کا سلسلہ جاری رکھا اور فرمایا:

"رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا"

(نوح: 5)

"اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا۔"

---

4. عقل و منطق کے ذریعے اصلاح

انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو فساد سے روکنے کے لیے دلائل اور عقلی انداز اختیار کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکنے کے لیے سوالات کے ذریعے ان کی عقل کو جھنجھوڑا۔

"قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ، وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ"

(الصافات: 95-96)

"انہوں نے کہا: کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔"

اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے منطقی انداز میں قوم کو سمجھایا کہ مخلوق کبھی خالق کی جگہ نہیں لے سکتی۔

---

5. عمل اور کردار سے دعوت دینا

انبیاء کرام صرف زبانی تبلیغ نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی پوری زندگی دعوت و اصلاح کا نمونہ تھی۔

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"

(الاحزاب: 21)

"تمہارے لیے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

آپ ﷺ نے اپنے اخلاق، سچائی، اور عدل سے لوگوں کے دلوں

کو فتح کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مکہ کے سب سے بڑے دشمن بھی آپ کو "الصادق الامین" کہا کرتے تھے۔

---

6. انبیاء کرام کی قوموں کو فساد سے باز رکھنے کی کوشش

قرآن میں بیان ہے کہ جب قومیں سرکشی پر اتر آئیں تو انبیاء نے انہیں فساد کے انجام سے ڈرایا۔

حضرت ہودؑ نے قوم عاد کو کہا:

"أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ، وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ"

(الشعراء: 128-129)

"کیا تم ہر اونچی جگہ کوئی نشانی بناتے ہو کھیل کے لیے؟ اور مضبوط عمارتیں بناتے ہو گویا تم ہمیشہ رہو گے؟"

اس نصیحت سے وہ قوم کو تکبر، غرور، اور دنیا پرستی سے روک رہے تھے۔

اسی طرح حضرت صالحؑ نے قوم ثمود کو اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ"

(الاعراف: 74)

"یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم عاد کے بعد خلیفہ بنایا اور زمین میں تمہیں ٹھکانے دیے۔"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قوموں کو نعمتوں کی یاد دہانی کے ذریعے اصلاح کی طرف بلاتے تھے۔

---

7. انبیاء کی دعائیں اور اللہ سے مدد کی طلب

جب قوموں نے فساد اور سرکشی میں حد سے تجاوز کیا تو انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ظالموں کو انجام تک پہنچائے۔

حضرت نوحؑ نے دعا کی:

"رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا"

(نوح: 26)

"اے میرے رب! زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ۔"

یہ دعا اس وقت کی گئی جب ان کی قوم مسلسل انکار کر رہی تھی۔

اسی طرح حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کے فحاشی کے عمل سے تنگ آ کر فرمایا:

"رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ"

(العنکبوت: 30)

"اے میرے رب! ان فاسق و فاجر لوگوں پر میری مدد فرما۔"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ انبیاء کرام نے اصلاح کے لیے حد درجہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور آخرکار اللہ کی مدد پر بھروسہ کیا۔

---

8. دعوت میں تدرج اور موقع کی رعایت

انبیاء نے اپنی قوموں کی اصلاح کے لیے تدریجی طریقہ اپنایا۔

حضرت محمد ﷺ نے بھی دعوت کو مراحل میں تقسیم کیا:

- پہلے **توحید** کی دعوت دی،
- پھر **اخلاقی و معاشرتی اصلاح** کی،
- آخر میں **شرعی احکام** نازل ہوئے۔

یہی حکمت انبیاء کرام کی دعوت کا خاصہ تھی تاکہ قومیں ایک دم سے بوجھ محسوس نہ کریں۔

---

9. قوموں کے اعتراضات اور انبیاء کے جوابات

انبیاء کرام کی قومیں عموماً ان سے کہتی تھیں کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ انبیاء نے ہمیشہ صبر و حکمت سے ان کے سوالات کے جواب دیے۔

حضرت صالحؑ نے جب اپنی قوم کی درخواست پر اونٹنی کا معجزہ پیش کیا تو فرمایا:

"هَذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللّٰهِ"

(الاعراف: 73)

"یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی، اسے اللہ کی زمین میں چَرنے دو۔"

لیکن جب قوم نے اس نشانی کا بھی انکار کیا تو اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام نے اللہ کی نشانیاں پیش کر کے اپنی صداقت ثابت کی، تاکہ قومیں ایمان لے آئیں۔

---

10. اخلاقی اصلاح کے ذریعے فساد کا خاتمہ

انبیاء کرام نے صرف عبادات پر زور نہیں دیا بلکہ اخلاقی اقدار کو بھی نمایاں کیا تاکہ معاشرتی فساد ختم ہو۔

حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم مدین کو فرمایا:

"أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ، وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ"

(الشعراء: 181-182)

"پیمانہ پورا کرو اور گھاٹا نہ دو، اور سیدھی ترازو سے تولو۔"

یہ تعلیم ظاہر کرتی ہے کہ انبیاء نے قوموں کے اخلاقی اور تجارتی نظام کو درست کرنے کی کوشش کی تاکہ عدل اور دیانت کا نظام قائم ہو۔

---

11. **قرآن کی روشنی میں انبیاء کی دعوت کا خلاصہ**

قرآن نے انبیاء کی دعوت کے اہم اصولوں کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے:

1. **توحید کی دعوت:** *(الانبیاء: 25)*

2. **عدل و انصاف کی تعلیم:** *(النحل: 90)*

3. **فساد اور ظلم سے اجتناب:** *(البقرہ: 205)*

4. **صبر و نرمی کا رویہ:** (آل عمران: *159*)

5. **قولِ احسن کا طریقہ:** (النحل: *125*)

---

12. نتیجہ

انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو فساد اور سرکشی سے بچانے کے لیے جو طریقے اپنائے وہ ایمان، علم، حکمت، نرمی، صبر، استقامت اور عملِ صالح پر مبنی تھے۔

انہوں نے اپنی زندگیوں کو دعوت کا عملی نمونہ بنا کر دکھایا۔ ان کی دعوت کا مقصد محض دنیاوی نظام کی اصلاح نہیں بلکہ انسانی روح کو بیدار کرنا، اخلاقی کردار کو بہتر بنانا، اور عدل و انصاف کا قیام تھا۔

قرآن مجید میں ان کے اس دعوتی طرزِ عمل کو آج کے مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے تاکہ ہم بھی معاشرے میں امن، عدل، اور اصلاح کے علمبردار بن سکیں۔

خلاصہ:

انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو فساد اور سرکشی سے بچانے کے لیے نرمی، صبر، استدلال، عملی مثال، اور اخلاقی تربیت کے ذریعے سمجھایا۔ انہوں نے قوموں کو اللہ کی وحدانیت، عدل، اور نیکی کی طرف بلایا، اور ان کے رویوں کو بدلنے کے لیے عقل و فطرت کی بنیاد پر دعوت دی۔ ان کی یہ جدوجہد آج بھی امتِ مسلمہ کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

سوال نمبر *4:* دعوتِ دین کے خفیہ مرحلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد اور ان کی خدمات پر روشنی ڈالیں۔

اسلام کی ابتدائی دعوت کا زمانہ نہایت نازک اور حساس مرحلہ تھا۔ مکہ مکرمہ میں جب رسول اکرم ﷺ کو نبوت عطا ہوئی تو آپ نے سب سے پہلے اپنی قریبی اور قابلِ اعتماد شخصیات کو دعوتِ حق دی۔ چونکہ اس وقت قریشِ مکہ شرک و بت پرستی میں گِھرے ہوئے تھے اور حق کی آواز کو دبانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی تین سال دعوتِ دین کو **خفیہ *(Secret)*** طور پر جاری رکھا۔ اس دور میں جن افراد نے اسلام قبول کیا، ان میں سب سے نمایاں شخصیت **حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ** کی ہے۔ ان کے ذریعے کئی جلیل القدر صحابہ اسلام کے دامن میں آئے جنہوں نے بعد میں اسلام کی بنیاد مضبوط کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

ذیل میں اس خفیہ دعوتی مرحلے، حضرت ابوبکرؓ کے قبولِ اسلام، ان کے ذریعے ایمان لانے والوں، اور ان کی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

1. دعوتِ دین کا خفیہ مرحلہ: پس منظر

نبوت کے ابتدائی تین سالوں کو دعوتِ دین کا **خفیہ دور** کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں نبی اکرم ﷺ نے عام تبلیغ نہیں کی بلکہ صرف قریبی اور معتبر افراد کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ اس خفیہ دعوت کا مقصد یہ تھا کہ دشمنی، مخالفت، اور خطرات کے ماحول میں اسلام کے ابتدائی ماننے والوں کی حفاظت کی جا سکے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

"وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"

(الشعراء: 214)

"اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔"

یہ آیت بعد کے مرحلے کی نشاندہی کرتی ہے، مگر اس سے پہلے نبی ﷺ نے دعوت کو خفیہ رکھا تاکہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہو سکیں۔

2. حضرت ابوبکرؓ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکرؓ کا شمار اُن اولین افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو بلا جھجک قبول کیا۔ آپ ﷺ کے بچپن کے دوست، ہمراز، اور تجارت میں شریک رہ چکے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے بغیر کسی سوال یا تردّد کے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

ابنِ ہشام روایت کرتے ہیں:

"جب نبی ﷺ نے ابوبکر کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلا توقف کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

(سیرت ابنِ ہشام)

حضرت ابوبکرؓ کا یہ فوری ایمان اسلام کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ آپ نے نہ صرف خود اسلام قبول کیا بلکہ اپنی شخصیت، تعلقات، اور اثر و رسوخ کو استعمال کر کے بہت سے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

---

3. حضرت ابوبکرؓ کے ذریعے اسلام قبول کرنے والے صحابہ

حضرت ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی اثر و رسوخ، علم، اور نرم مزاجی عطا فرمائی تھی۔ آپ کی دعوتی کوششوں سے کئی عظیم المرتبت صحابہ اسلام لائے۔ سیرت کی کتابوں میں ان کے ذریعے ایمان لانے والے کم و بیش **چھ معروف اصحاب** کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

(1) حضرت عثمان بن عفانؓ

حضرت ابوبکرؓ کے دوست اور قریشی قبیلہ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جب انہوں نے ابوبکرؓ سے نبی ﷺ کی دعوت سنی تو فوراً جا کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عثمانؓ بعد میں **تیسرے خلیفہ راشد** بنے، قرآن کی جمع و تدوین اور اسلامی فتوحات میں ان کا کردار تاریخ کا حصہ ہے۔

(2) حضرت زبیر بن العوامؓ

یہ نبی ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور قریش کے معزز قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام لائے۔

حضرت زبیرؓ بعد میں **عشرہ مبشرہ** (جنت کی بشارت پانے والے دس صحابہ) میں شامل ہوئے اور جنگِ بدر و احد میں شجاعت کے جوہر دکھائے۔

(3) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

یہ قریش کے بنو زہرہ قبیلے سے تھے۔ تجارت پیشہ شخص تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے پرانے دوست۔

انہوں نے ابوبکرؓ کی دعوت پر لبیک کہا۔ بعد میں مدینہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کے وقت انہیں حضرت سعد بن ربیعؓ کے ساتھ جوڑا گیا۔

عبدالرحمن بن عوفؓ نہ صرف عشرہ مبشرہ میں شامل تھے بلکہ اسلام کے معاشی نظام کے بانیوں میں سے بھی ہیں۔

(4) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

یہ بھی ابوبکرؓ کی کوششوں سے ایمان لائے۔

حضرت سعدؓ اسلام کے اولین تیر انداز تھے، اور جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کے طور پر ایران کی سلطنت کو زیر کیا۔

(5) حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ

یہ بھی حضرت ابوبکرؓ کے قریبی تجارتی ساتھی تھے۔ ان کے ذریعے اسلام لائے اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہوئے۔

حضرت طلحہؓ نے غزوہ اُحد میں نبی ﷺ کی جان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے جسم کو ڈھال بنایا۔

(6) حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

یہ قریش کے بنو فہر قبیلے سے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے ذریعے ایمان لائے۔

نبی ﷺ نے انہیں "امینُ الامۃ" (امت کے امین) کہا۔ بعد میں وہ شام کے سپہ سالار بنے اور اسلامی فتوحات میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ان چھ جلیل القدر صحابہ کے ایمان لانے سے اسلام کے قافلے کو عظیم تقویت ملی، اور یہ سب حضرت ابوبکرؓ کی نرم گفتگو، صداقت، اور حسنِ اخلاق کا نتیجہ تھا۔

---

4. حضرت ابوبکرؓ کا دعوتی انداز

حضرت ابوبکرؓ کی دعوتی حکمتِ عملی نہایت مؤثر اور حکیمانہ تھی۔ آپ:

- لوگوں کو نرم لہجے اور اخلاق سے سمجھاتے۔

- ان کی فطری نیکیوں کو اجاگر کرتے۔

- اپنی ذاتی ساکھ کو اسلام کے تعارف کا ذریعہ بناتے۔

- کسی پر زور زبردستی نہیں کرتے بلکہ محبت کے ذریعے قائل کرتے۔

قرآن کی تعلیم کے مطابق:

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"

(النحل: 125)

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔"

حضرت ابوبکرؓ کی دعوت اسی قرآنی اصول کا مظہر تھی۔

5. حضرت ابوبکرؓ کی خدماتِ اسلام

(1) مالی قربانیاں

اسلام کے ابتدائی ایام میں جب مسلمان کمزور اور مفلس تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی دولت سے مسلمانوں کی مدد کی۔

انہوں نے غلاموں کو آزاد کرایا جن میں حضرت بلالؓ جیسے عظیم صحابی شامل تھے۔

قرآن میں ان کے اس کردار کی طرف اشارہ ہے:

"وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ"

(اللیل: 17-18)

"اور اس سے (جہنم سے) دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔"

(2) نبی ﷺ کے ہمسفر

ہجرت کے موقع پر جب نبی ﷺ نے مدینہ کا سفر اختیار کیا تو حضرت ابوبکرؓ ہی وہ خوش نصیب تھے جنہیں غارِ ثور میں آپ ﷺ کی معیت نصیب

ہوئی۔

قرآن میں فرمایا گیا:

"إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا"

(التوبہ: 40)

"جب آپ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

(3) اسلام کی تنظیمی بنیاد

ابتدائی ایام میں جب مسلمان خفیہ طور پر عبادت کرتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں چھوٹی سی مسجد بنائی گئی، جہاں وہ باجماعت نماز پڑھاتے اور قرآن کی تلاوت کرتے۔ ان کی آواز کی مٹھاس اور تلاوت کی تاثیر سے کئی اہلِ مکہ کے دل نرم ہو گئے۔

(4) نبی ﷺ کے بعد خلافت اور استحکام

اگرچہ یہ دور بعد کا ہے، مگر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی ابتدائی خدمات ہی ان کی قیادت کے حق دار ہونے کی بنیاد بنیں۔

انہوں نے بعد میں خلیفہ بن کر ارتداد کی تحریکوں کو روکا اور اسلامی ریاست کو مضبوط کیا۔

---

6. دعوتِ دین کے خفیہ مرحلے کی اہمیت

خفیہ دعوت کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہوں اور کمزور ایمان والوں کی جان و مال محفوظ رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی خاموش مگر پُراثر دعوت نے اسلام کے ابتدائی قافلے کو وہ افراد عطا کیے جو آگے چل کر اسلام کے ستون بنے۔

اگر وہ مرحلہ نہ ہوتا تو اسلام کے ابتدائی ماننے والے شاید قریش کے ظلم کا نشانہ بن جاتے۔

---

7. حضرت ابوبکرؓ کی شخصیت کے نمایاں اوصاف

1. **ایمان و اخلاص:** انہوں نے بغیر کسی معجزے کے نبی ﷺ پر ایمان لایا۔

2. **اعتماد:** نبی ﷺ نے ہمیشہ ان پر اعتماد کیا۔

3. **قربانی:** جان، مال، وقت، ہر چیز اسلام کے لیے وقف کر دی۔

4. **نرم دلی:** ان کی نرمی اور حسنِ گفتار نے دلوں کو جیت لیا۔

5. **دعوت کا تسلسل:** وہ کبھی کسی پر جبر نہیں کرتے بلکہ مسلسل نرمی سے دعوت دیتے رہے۔

---

8. نتیجہ

دعوتِ دین کے خفیہ مرحلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کردار **اسلامی تاریخ کا سنگِ بنیاد** ہے۔ ان کے ذریعے ایمان لانے والے چھ عظیم صحابہ نے آگے چل کر اسلام کے پرچم کو دنیا بھر میں لہرایا۔ ان کی دعوت میں نرمی، اخلاص، قربانی، اور علم کی روشنی شامل تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کے ابتدائی قافلے کو وہ بنیاد فراہم کی جس پر نبی ﷺ نے بعد میں امتِ مسلمہ کی عمارت قائم کی۔

خلاصہ:

دعوتِ دین کے خفیہ مرحلے میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اثر و رسوخ اور حسنِ اخلاق کے ذریعے چھ جلیل القدر صحابہ (حضرت عثمانؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعدؓ، طلحہؓ، اور ابوعبیدہؓ) کو اسلام سے روشناس کرایا۔ ان کی نرم دعوت، مالی قربانیوں، اور نبی ﷺ کے ساتھ اخلاص نے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ ان کی خدمات اسلام کے ابتدائی دور کی سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔

سوال نمبر 5 - فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی حکمت عملی اور اس کے اثرات کو واضح کریں۔

تمہید

فتح مکہ اسلامی تاریخ کا وہ عظیم اور انقلابی واقعہ ہے جس نے نہ صرف عرب بلکہ پوری انسانیت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہ واقعہ 8 ہجری میں پیش آیا جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام نے مکہ کو پرامن انداز میں فتح کیا۔ یہ وہ شہر تھا جہاں نبی ﷺ نے 13 سال تک ظلم و ستم، بائیکاٹ، اور اذیتیں برداشت کیں لیکن بدلہ لینے کے بجائے آپ ﷺ نے

عدل، رحم، اور عفو و درگزر کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کی دعوتی حکمت عملی، اخلاقی برتری، اور روحانی بصیرت نے دشمنوں کو بھی متاثر کیا اور اسلام کے پیغام کو تیزی سے پھیلنے کا موقع فراہم کیا۔

---

1. فتح مکہ کا پس منظر

فتح مکہ کی بنیاد دراصل **صلح حدیبیہ *(6 ہجری)*** کے معاہدے سے جڑی ہے۔ اس معاہدے میں مکہ اور مدینہ کے درمیان امن قائم کیا گیا تھا، لیکن **قبیلہ بنو بکر** *(جو قریش کا حلیف تھا)* نے **بنو خزاعہ** *(جو مسلمانوں کا حلیف تھا)* پر حملہ کر کے معاہدہ توڑ دیا۔ اس بدعہدی پر نبی ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اب مکہ کی طرف بڑھا جائے اور ظلم کا خاتمہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے انتہائی خاموشی اور حکمت کے ساتھ ***10* ہزار کے لشکر** کے ساتھ مکہ کا رخ کیا تاکہ کسی خونریزی کے بغیر شہر فتح ہو۔

---

2. نبی ﷺ کی دعوتی حکمت عملی

***(الف)* پرامن داخلہ**

نبی ﷺ نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ:

"آج کسی سے جنگ نہیں ہوگی سوائے اس کے جو خود لڑائی کرے۔"

یہ حکم اس بات کی علامت تھا کہ نبی ﷺ کا مقصد **بدلہ لینا نہیں بلکہ دل جیتنا** تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے، یا ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے، یا مسجد الحرام میں داخل ہو، وہ امن میں ہے۔"

(صحیح مسلم)

یہ اعلان دشمنوں کے لیے غیر متوقع تھا اور مکہ میں امن قائم کرنے کی بنیاد بن گیا۔

(ب) عفو و درگزر کی پالیسی

جب مکہ فتح ہو گیا تو نبی ﷺ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان لوگوں سے خطاب فرمایا جنہوں نے آپ ﷺ کو *13* سال تک اذیت دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے قریش کے لوگو! تم آج کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟"

انہوں نے کہا: "اے محمد ﷺ! آپ ایک کریم بھائی ہیں اور ایک کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (آج تم پر کوئی الزام نہیں)

جاؤ، تم سب آزاد ہو۔"

(ابن ہشام)

یہ **عفو عام** نبی ﷺ کی دعوتی بصیرت کا سب سے روشن مظہر تھا جس نے دشمنوں کے دلوں کو موم کر دیا۔

(ج) توحید کی دعوت کا اعلان

نبی ﷺ نے مکہ فتح کرنے کے بعد سب سے پہلے **خانہ کعبہ سے تمام بتوں کو توڑا**۔ آپ ﷺ تلاوت فرما رہے تھے:

"وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"

(سورة الإسراء: 81)

یعنی "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا ہے۔"

یہ منظر مکہ کے لوگوں کے لیے ناقابلِ یقین تھا کہ جو شخص کل بے دخل کیا گیا تھا آج وہی شخص **اللہ کے گھر کو شرک سے پاک کر رہا ہے**۔ اس سے اسلام کی دعوت کو زبردست تقویت ملی۔

(د) دلوں کی اصلاح اور تعلیم

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے بعد مکہ کے عوام کو **اسلام کی بنیادی تعلیمات** سکھانے کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عتاب بن اسیدؓ اور دیگر صحابہ کو مقرر کیا۔ اس عمل کا مقصد صرف حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ **ایمان اور اخلاق کی بنیاد پر معاشرہ تعمیر کرنا** تھا۔

(ہ) سابقہ دشمنوں کو عزت دینا

نبی ﷺ نے ان لوگوں کو بھی عزت بخشی جو کل تک اسلام کے دشمن تھے۔ مثلاً:

- **ابو سفیانؓ** کو عزت کے ساتھ بلایا اور فرمایا:

"جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ امن میں ہے۔"

- **حاکم مکہ** کے طور پر **عتاب بن اسیدؓ** جیسے نوجوان کو مقرر کیا تاکہ نئی نسل کو قیادت کا موقع ملے۔

- **حضرت بلالؓ** کو خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا اعزاز دیا گیا، جو مساواتِ اسلامی کی علامت تھی۔

یہ تمام اقدامات اس بات کی مثال تھے کہ نبی ﷺ کی دعوت **بدلے کی نہیں بلکہ دلوں کی اصلاح کی تحریک** تھی۔

---

3. نبی ﷺ کی اخلاقی برتری اور حکمت عملی کے اصول

(الف) نرمی اور حکمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"

(النحل: 125)

یعنی "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو۔"

فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ نے بالکل اسی قرآنی اصول پر عمل کیا۔ آپ ﷺ نے **دشمنوں کو نصیحت** اور **رحمت** دونوں دی۔

(ب) مساوات کا عملی مظاہرہ

فتح مکہ پر نبی ﷺ نے اعلان فرمایا:

"اے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کا فخر اور نسب پرستی ختم کر دی ہے، اب فضیلت صرف تقویٰ میں ہے۔"

یہ پیغام دراصل **اسلامی سماجی انقلاب** کی بنیاد تھا جس میں عرب و عجم، کالا و گورا سب برابر قرار دیے گئے۔

(ج) دعوت میں تدریج

آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں کو فوراً کسی سخت تبدیلی کا حکم نہیں دیا بلکہ **تدریجاً اسلام کی تعلیمات** ان کے سامنے رکھیں۔ نماز، زکوٰۃ، اور اخلاقی اصولوں کی تعلیم دی گئی تاکہ دلوں میں ایمان پختہ ہو۔

---

4. فتح مکہ کے اثرات

(الف) مذہبی اور روحانی اثرات

- **اسلام کا غلبہ:** مکہ، جو شرک کا مرکز تھا، **توحید کا مرکز** بن گیا۔

- **دلوں کی نرمی:** وہی لوگ جو کل دشمن تھے، آج اسلام کے داعی بن گئے۔

- **ایمان کی وسعت:** عرب کے قبیلوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ قرآن نے کہا:

"وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا"

(النصر: 2)

(ب) سیاسی اثرات

- **اسلامی ریاست کی وسعت:** مکہ کی فتح کے بعد پورے جزیرۂ عرب میں مدینہ کی حکومت کو استحکام حاصل ہوا۔

- **امن و امان کی بحالی:** چوریاں، ڈاکے، اور قتل و غارت بند ہو گئے۔

- **عدل کی حکومت:** آپ ﷺ نے بدلہ لینے کے بجائے قانون کے مطابق فیصلے کیے۔

(ج) معاشرتی اثرات

- **قبائلی نظام کا خاتمہ:** اسلام نے مساوات اور بھائی چارے کا نظام قائم کیا۔

- **غلاموں کی عزت:** حضرت بلالؓ کی اذان اس مساوات کی عملی علامت بنی۔

- **عورتوں کے حقوق:** اسلام نے عورتوں کی عزت اور وقار بحال کیا۔

(د) دعوتی اثرات

- مکہ کے بعد **اسلام عالمی سطح پر پھیلنے** لگا۔

- نبی ﷺ کے اخلاق اور عفو و درگزر نے دشمنوں کو متاثر کیا، حتیٰ کہ سخت ترین مخالف **ابو سفیانؓ، عکرمہؓ، خالد بن ولیدؓ** جیسے لوگ اسلام لے آئے۔

- فتح مکہ نے **دعوت کے پرامن اور اخلاقی اسلوب** کو عالمی معیار کے طور پر متعارف کرایا۔

---

5. دعوتی اصول جو فتح مکہ سے سیکھنے کو ملتے ہیں

1. **بدلہ نہیں، اصلاح:** دشمن کے ساتھ بھی نرمی اور عدل کا سلوک۔

2. **عفو و درگزر:** معافی دلوں کو بدل دیتی ہے۔

3. **توحید کی مرکزیت:** ہر کامیابی کا مقصد اللہ کی عبادت کو خالص کرنا۔

4. **اخلاقی قوت:** اخلاقی کردار کسی تلوار سے زیادہ مؤثر ہتھیار ہے۔

5. **تدریج اور حکمت:** تبدیلی ہمیشہ مرحلہ وار آنی چاہیے۔

6. **امن اور عدل کا قیام:** حقیقی دعوت امن سے پروان چڑھتی ہے۔

***6.* نتیجہ**

فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کی دعوتی حکمت عملی تاریخِ انسانیت میں ایک **بے مثال ماڈل** ہے۔ آپ ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ رحم، عدل، اور عفو کا سلوک کر کے یہ ثابت کیا کہ **اسلام طاقت سے نہیں بلکہ اخلاق سے دل جیتتا ہے**۔ آپ ﷺ کی اس پالیسی کے نتیجے میں نہ صرف مکہ بلکہ پورا عرب اسلام کے نور سے منور ہوا۔ فتح مکہ دراصل **فتحِ دلوں** کا نام تھا — ایک ایسی فتح جس میں خون نہیں بہا، بلکہ ظلم مٹا، اور عدل، امن، اور ایمان قائم ہوا۔

خلاصہ:

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی دعوتی حکمت عملی کے بنیادی نکات یہ تھے:

- پرامن داخلہ اور عفو عام کا اعلان۔
- بتوں کا خاتمہ اور توحید کی بحالی۔
- سابقہ دشمنوں کو عزت و مقام دینا۔
- معاشرتی مساوات اور عدل کا قیام۔
- تدریجی تعلیم اور اخلاقی انقلاب۔

یہ تمام حکمت عملیاں آج بھی **دعوتِ دین، قیادت، اور امن کے قیام** کے لیے ایک مثالی نمونہ فراہم کرتی ہیں۔